ڈاکٹر محمد اصغر سیال

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبۂ اقبالیات

دی اسلامیہ یونی ورسٹی آف بہاول پور

ڈاکٹر رفیق الاسلام

ایسوسی ایٹ پروفیسر،

دی اسلامیہ یونی ورسٹی آف بہاول پور

مسلم نشاۃِ ثانیہ: نظم و نثرِ اقبال کے تناظر میں

ABSTRACT

"Muslim renaissance: in the context of Iqbal's poetry and prose"
By Dr. Muhammad Asghar Sial, Assistant Professor, Department of Iqbal Studies, The Islamia University of Bahawalpur.

Dr. Muhammad Iqbal had a sorrow for the revival of the Muslim Ummah. His thinking was unity and the application of Islamic ideas in modern times. In his historical sermons, he tried to reconstruct Islamic thoughts and to examine the principles of Islamic philosophy. He stressed the need and importance of religious Ijtihad. In his letters, the efforts for unity of the Muslim Ummah are creditable. The same thoughts have been highlighted in hismanuscripts.In this article, Iqbal's comprehensive efforts will be reviewed in this context. Even today, the usefulness of his thoughts and poetry are undeniable. Dr Muhammad Iqbal has tried to awaken the Muslim Ummah through his thoughts and philosophy at every level. In his sermons, he sought to organize and strengthen the Muslim Ummah through modern and ancient philosophical, scientific experiments and Ijtihad. He observed the political changes with a keen eye. Dr. Muhammad Iqbal, through his speech, reminded the people of their past and showed them the way to the future. In Iqbal's poetry, the spirit of awakening of the Muslim Ummah is evident. Andalusia, the battle of Tripoli, the political and religious influences and Iqbal's opinion on them is the message of the reorganization of the Muslim Ummah.

~~Keywords: Iqbal, Muslim Ummah, Muslim renaissance, Poetry and Prose~~ of Iqbal, Ijtihad.

علامہ ڈاکٹر محمد اقبال امّتِ مسلمہ کی نشاۃ ثانیہ کے لیے دردِ دل رکھتے تھے۔ ان کی فکر کا مرکز ومحور اتحاد اور اسلامی نظریات کا جدید دور میں اطلاق تھا۔ انھوں اپنے تاریخی خطبات میں اسلامی فکر کی تشکیلِ نو کی اور فلسفہ وسائنس کے اصولوں پر پرکھنے کی سعی کی۔ انھوں مذہبی اجتہاد کی ضروت واہمیت پر زور دیا۔ ان کے خطوط میں اتحاد امّت کے لیے کاوشیں لائقِ تحسین

ہیں۔ ان کی منظومات میں اسی فکر کو اجاگر کیا گیا ہے۔ اس مقالے میں اقبال کی ہمہ جہتی مساعی کا اسی تناظر میں جائزہ لیا جائے گا۔ دورِ حاضر میں بھی ان کی فکر اور شاعری کی افادیت مسلمہ حیثیت کی حامل ہے۔ علامہ ڈاکٹر محمد اقبال نے ہر سطح پر اپنی فکر و فلسفے کے ذریعے امتِ مسلمہ کو بیدار کرنے کی کوشش کی ہے۔ انھوں نے اپنے خطبات میں جدید و قدیم فلاسفی، سائنسی پرکھ اور مذہبی اجتہاد کے حوالے سے امتِ مسلمہ کو منظم و مستحکم کرنے کی کوشش کی۔ سیاسی تغیر و تبدل کا انھوں نے دقیق نظری سے مشاہدہ کیا۔ مغربی تصور وطنیت کو انھوں نے پوری دنیا کے لیے خطرناک قرار دیتے ہوئے اسلامی نظریہ وطنیت پیش کیا جس کا مقصد کائنات میں مساوات و انصاف کا قیام ہے۔ علامہ ڈاکٹر محمد اقبال نے اپنے کلام کے ذریعے ملتِ بیضا کو ان کا ماضی یاد دلایا اور مستقبل کی راہ دکھائی۔ ان کی کھوئی ہوئی طاقت اور علمی دولت کے چھن جانے کا دکھ بیان کیا اور خودی کا پیغام دیا۔ اقبال کی شاعری میں مسلم امہ کی بیداری کا جذبہ نمایاں نظر آتا ہے۔ اندلس، جنگِ طرابلس، سیاسی و مذہبی اثرات اور ان پر علامہ اقبال کی رائے امتِ مسلمہ کی تشکیلِ نو کا پیغام ہے۔

قلمِ اقبال کا جہاں بھی استعمال ہوا، انھوں نے مسلم امہ کی فلاح اور اصلاح کی فکر کو جلا بخشی۔ سیاسی استحکام کی بات کی جائے تو اس سے کون انکار کر سکتا ہے کہ علامہ اقبال نے مسلمانانِ برعظیم کی آزادی و خودمختاری کے لیے خطوط اور خطبات کا سلسلہ جاری رکھا۔ انھوں نے ہر غلط فہمی کی وضاحت برملا کی۔ ان کے خیالات "گفتارِ اقبال"(۱) میں شامل ہیں جب ان کے خیالات پر بولشویک کی بات ہوئی تو انھوں نے مدیر "زمیندار" کے نام خط میں لکھا:

> "میری طرف بولشویک خیالات منسوب کیے ہیں۔ چوں کہ بولشویک خیالات رکھنا میرے نزدیک دائرہ اسلام سے خارج ہوجانے کے مترادف ہے اس واسطے اس تحریر کی تردید میرا فرض ہے۔"(۲)

اسی خط میں انھوں نے مزید لکھا ہے کہ موجودہ حالات میں روسی اقتصادی نظام چاہے جس قدر قابلِ تعریف ہو، ان کے طریقہ کار سے کوئی مسلمان ہمدردی نہیں رکھے گا کیوں کہ یورپ سے جلد متاثر ہونے والے مسلمان لازمی طور پر قرآنِ کریم کا غائر مطالعہ کریں۔ ان کی تمام تر مشکلات کا حل اس کتاب میں موجود ہے۔(۳) اقبال کی تقریر میں بھی ان کی فکر کی جھلک دکھائی دیتی ہے۔ انھوں نے کئی مقامات پر متاثر کن لیکچر بھی دیے۔ ہسپانیہ میں اپنے ایک خطبے کے متعلق منشی طاہر دین کو لکھتے ہیں:

> "۲۴ فروری کی شام کو میں نے میڈرڈ (دارالسلطنت ہسپانیہ) میں "اسلام اور ہسپانیہ" پر وہاں کے وزیرِ تعلیم کی درخواست پر لیکچر دیا جس سے لوگ بہت متاثر ہوئے۔"(۴)

علامہ اقبال نے مقدمۂ خطبات میں واضح کر دیا کہ ان کا مقصد اسلامی فلسفے اور روایات کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے انسانی افکار کے جدید انکشافات کو مدلل پیش کیا جائے۔ انھوں نے اس میں اپنے فرائض کے طور پر بتایا کہ انسانی فکر کے ارتقا پر

نظر رکھیں اور تنقید کے آزادانہ اُسلوب کا قیام عمل میں لائیں۔(۵) علامہ اقبال کے خطبات اسلامی اور مغربی حکمت کا نچوڑ تصور کیے جاتے ہیں۔ ڈاکٹر سید عبداللہ "خطباتِ اقبال پر ایک نظر" کے پیش لفظ میں رقمطراز ہیں کہ اُن کا مواد اور اندازِ تحریر اصطلاحی ہے جس کے اشارات اور مضمرات اُس وقت تک سمجھ میں نہیں آسکتے جب تک اقبال کے عام اُسلوب اظہار کے علاوہ کوئی شخص، اسلامی اور مغربی اصطلاحات سے آگاہ نہ ہو۔

اقبال کی نثری تحاریر میں ملتِ اسلامیہ کو خاص موضوع کے طور پر دیکھا جاسکتا ہے۔ ان کے تین مضامین اس کی بھر پور عکاسی کرتے ہیں۔ "خلافتِ اسلامیہ"، "ملتِ بیضا پر ایک عمرانی نظر" اور "پین اسلامزم" میں مسلم امہ کی نشاۃِ ثانیہ کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ انھوں نے مسلم قومیت کو دوسری اقوام سے یکسر مختلف قرار دیا ہے۔ دیگر اقوام کے تصورِ قومیت کی نفی کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> " قومیت کا اسلامی تصور دوسری اقوام کے تصور سے بالکل مختلف ہے۔ ہماری قومیت کا اصلِ اُصول نہ اشتراکِ زبان ہے، نہ اشتراکِ وطن، نہ اشتراکِ اغراضِ اقتصادی۔ بلکہ ہم لوگ اس برادری میں، جو جناب سالت مآب ﷺ نے قائم فرمائی تھی، اس کے لیے شریک ہیں کہ مظاہرِ کائنات کے متعلق ہم سب معتقدات کا سرچشمہ ایک ہے اور جو تاریخی روایات ہم سب کو ترکے میں پہنچی ہیں وہ بھی ہم سب کے لیے یکساں ہیں۔"(۶)

علامہ اقبال نے اپنے خطوط میں اسلامی عظمت کے دفینوں کا بھی تذکرہ کیا ہے۔ "اخبارِ وطن" کے مدیر کے نام آغازِ خط میں رقم طراز ہیں:

> " آپ سے رخصت ہو کر اسلامی شان و شوکت کے اس قبرستان میں پہنچا جسے دہلی کہتے ہیں۔"(۷)

علامہ ڈاکٹر محمد اقبال نے اپنے خطبات میں واضح کیا ہے کہ عصر حاضر کی تاریخ کا سب سے قابلِ ذکر واقعہ یہ ہے کہ عالمِ اسلام بڑی تیز رفتاری سے روحانی طور پر مغرب سے متاثر ہو رہا ہے۔ اس عمل میں یقیناً کوئی برائی نہیں ہے؛ کیوں کہ مغرب کی فکری اساس کے بعض اہم پہلو حقیقت میں اسلامی تہذیب نے دریافت کیے تھے۔ ہمارے لیے تشویش کی بات صرف یہی ہے کہ کہیں مغرب کی بیرونی چمک دمک ہماری نظروں کو خیرہ نہ کر دے اور ہم اس کلچر کی اصل سچائیوں تک پہنچنے میں کامیاب نہ ہو سکیں۔"(۸)

علامہ ڈاکٹر محمد اقبال بال جبریل میں مغربی فکر کے بارے میں لکھتے ہیں:

خیرہ نہ کر سکا مجھے جلوۂ دانشِ فرنگ

سرمہ ہے میری آنکھ کا خاکِ مدینہ و نجف (۹)

جیلانی کامران اپنے ایک مضمون "فکرِ اقبال کے تہذیبی رویے" میں لکھتے ہیں کہ فکری رویے جن سے تہذیبی رویے صورت اختیار کرتے ہیں، بنیادی سچائیوں کے ادراک کے بغیر نامکمل اور ادھورے (اور اس طرح مسلمانوں کے لیے ضرر رساں) ثابت ہو سکتے ہیں۔ (۱۰) جیلانی کامران مزید لکھتے ہیں:

"فکرِ اقبال جس حقیقت کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ یہ ہے کہ مسلمانوں کی تہذیبی ضمیر، مکمل انسانی شخصیت کی نمائندگی کرتی ہے۔ مسلمان عقلِ محض کی پیروی کو نامکمل حصولِ علم قرار دیتے ہیں۔" (۱۱)

سید محمد یوسف نے "مسجدِ قرطبہ" کا مرکزی خیال تاریخ کی روشنی میں" کے عنوان سے "اقبال ریویو" کے شمارہ جولائی ۱۹۶۸ء میں تحریر کیا ہے کہ اسلامی تاریخ، ادب اور نشاۃ ثانیہ اقبال کا مقصدِ خاص تھا۔ "مسجدِ قرطبہ" نظم میں اقبال نے تاریخی واقعات کو ٹھوس قوی ربط سے امر کر دیا۔ (۱۲)

علامہ اقبال مسلم امہ کے لیے خاص علم کے متمنی تھے۔ انھوں نے واضح کیا کہ حصولِ علم، جس سے فکری اور تہذیبی رویّے وضع ہوتے ہیں اصل میں حواس، عقل اور محسوساتِ قلب کے مربوط رشتے سے ممکن ہوتا ہے اور غالباً ماضی میں جب سے یہ مربوط رشتہ حالات کے زیرِ اثر شکست و ریخت سے متاثر ہوا ہے، مسلمانوں کے فکری اور تہذیبی رویے اپنی تخلیقی ذمے داریوں کو پورا کرنے میں ناکام رہے ہیں۔ (۱۳)

علامہ ڈاکٹر محمد اقبال اسلامی نشاۃ ثانیہ کے لیے متفکر رہے۔ ان کی فکر کے پس منظر میں مضبوط مسلم تہذیب تھی۔ اقبال کے فکری زاویے تین حصوں میں منقسم ہیں۔ پہلا زاویہ مسلمانوں کا شاندار ماضی ہے۔ جسے انھوں ہر مقام پر یاد رکھا اور امتِ مسلمہ کو یاد دلاتے رہے۔ جوابِ شکوہ میں اس کا اظہار عیاں ہے:

تھے تو آبا وہ تمھارے ہی، مگر تم کیا ہو
ہاتھ پر ہاتھ دھرے منتظرِ فردا ہو! (۱۴)

اقبال کی فکر نوجواں مسلم کو اپنے ہی ماحول اور وطن سے لگاؤ کا درس دیتے ہیں۔ انھیں اس کا ادراک ہونا چاہیے کہ ان کی دھرتی، ماحول اور دیگر معاملات میں اپنے آپ کو اسی ماحول میں رہتے ہوئے ہی بہتر بنانا ہے۔ اپنی ذات میں پوشیدہ اوصاف کو تلاشنا ہے۔ تاکہ بہتر انداز میں بروئے کار لا کر ایک مرتبہ پھر اپنے آپ کو اس طرف لے کر آئیں جہاں ان کے آباؤ اجداد تھے۔ اس کا ذکر ہر اسلوب میں نمایاں رہا۔ شعر و سخن میں انھوں نے مسلم امت کے زوال اور نشاۃ ثانیہ کے لیے قومی غیرت و حمیت کو بیدار کیا۔ فرد کی اہمیت اور معاشرے کی ترقی میں اس کے کردار کو نمایاں کیا۔

شارحینِ اقبال نے اپنی بساط بھر کوششیں کیں۔ ان کی کاوشیں ایک سطح تک ہیں۔ آج بھی کلامِ اقبال اپنی

افادیت اور اہمیت کے لحاظ سے لائق مطالعہ و عمل ہے۔

علامہ اقبال نے نوجوانوں کو خاص طور پر اپنے شاندار ماضی سے آگاہ کیا۔ ان کی نظم "خطاب بہ جوانانِ اسلام" اس کی عمدہ مثال ہے:

کبھی اے نوجواں مسلم! تدبّر بھی کیا تُو نے — وہ کیا گردوں تھا تُو جس کا ہے اک ٹوٹا ہوا تارا
تجھے اس قوم نے پالا ہے آغوشِ محبت میں — کچل ڈالا تھا جس نے پاؤں میں تاجِ سرِ دارا
تمدن آفریں، خلاقِ آئینِ جہاں داری — وہ صحرائے عرب یعنی شتر بانوں کا گہوارا(۱۵)

اسی نظم میں انھوں نے اپنے آبا و اجداد کے کارناموں اور کتب کا تذکرہ کیا ہے اور افسوس کا اظہار کیا ہے:

مگر وہ علم کے موتی کتابیں اپنے آبا کی
جو دیکھیں ان کو یورپ میں تو دل ہوتا ہے سیپارا(۱۶)

اقبال کا دوسرا زاویۂ نگاہ مغربی تہذیب ہے۔ جسے انھوں نے ناپائدار اور دھوکا قرار دیا ہے۔ مسلمانوں پر ہونے والے ظلم و ستم کا انھوں نے بارہا اظہار بھی کیا اور اس کا مداوا بھی بتایا۔ اکبر الٰہ آبادی کے نام ایک خط میں لکھتے ہیں:

''خدا تعالیٰ مسلمانوں پر فضل کرے اور اُن کے لیڈروں کو آنکھیں عطا فرمائے کہ وہ اس زمانے کے میلانِ طبیعت کو دیکھیں۔ مجھے بھی کلکتہ سے بلاوا آیا تھا اور میں جانے کو قریباً تیار بھی تھا، مگر جب مطبوعہ خط کا مضمون والد مکرّم کو سُنایا تو اُنھوں نے فرمایا کہ حکّام غالباً جلسہ بند کر دیں گے۔ بعد میں ایسا ہی ہوا۔

نادیدنی کی دید سے ہوتا ہے خونِ دل
بے دست و پا کو دیدۂ بینا نہ چاہیے''(۱۷)

اقبال کو مغربی تہذیب کا قریب سے مطالعہ کرنے کا موقع ملا۔ انھوں نے مارچ ۱۹۰۷ء کو مغربی تہذیب کے بارے میں برملا کہا:

تمھاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خود کشی کرے گی
جو شاخِ نازک پہ آشیانہ بنے گا، ناپائدار ہوگا(۱۸)

علامہ اقبال اپنے ایک خط بنام خان محمد نیاز الدین لکھتے ہیں:

"اسلام نہایت سادہ مذہب ہے۔ لیکن اس کی بدیہیات کے اندر ایسی ایسی مشکلات ہیں جن کی حقیقت کا سمجھنا آسان کام نہیں۔ خاص کر ان لوگوں کے لیے جن کو عجمی "بلند خیالی" کے افسوں نے محسوس فراموش کر دیا ہے۔ زیادہ کیا عرض کروں۔۔۔"(۱۹)

مسلم امہ کی بہتری اور بہبود کے لیے اقبال ہمیشہ متفکر رہے۔ انھوں نے مسلم امہ کی اصلاح اور ترقی کے لیے اپنے کلام کو ایک ذریعہ بھی قرار دیا۔ ان کی فکر کا محور و مرکز اور محرک مسلم زوال تھا۔ ان کی نظر میں خودی کے فلسفے کی بدولت ایک مرتبہ پھر مسلم قوم ترقی کی منازل طے کرسکتی ہے۔ علوم وفنون کے حصول میں سستی اور کاہلی پر انھوں نے ہمیشہ نوحہ خوانی کی ہے۔ وقت کی اہمیت اور تقاضوں کے پیشِ نظر انھوں نے ہمہ وقت ایک ہی پیغام دیا ہے کہ مسلم نوجوانوں کو ہر لحاظ سے مضبوط و مستحکم بنایا جائے۔ ان کی قوت علمی، دینی، معاشرتی اور سیاسی لحاظ سے اس قابل ہو کہ وہ آمدہ مسائل و مشکلات کا بخوبی مقابلہ کرسکیں۔

علامہ محمد اقبال کی نظر میں حفاظتِ اسلام کے بغیر برعظیم کی کوئی ترقی کارگر ثابت نہیں ہوسکتی۔ ان کا اظہار انھوں نے میر سید غلام بھیک نیرنگ کے نام ایک خط میں بھی کیا:

> "اگر ہندوستان میں مسلمانوں کا مقصد سیاسیات سے محض آزادی اور اقتصادی بہبودی ہے اور حفاظتِ اسلام اس مقصد کا عنصر نہیں ہے جیسا کہ آج کل کے [قوم پرستوں] کے رویہ سے معلوم ہوتا ہے تو مسلمان اپنے مقاصد میں کبھی کامیاب نہ ہوں گے۔ یہ بات میں علی وجہ البصیرت کہتا ہوں اور سیاسیات حاضرہ کے تھوڑے سے تجربہ کے بعد۔"(۲۰)

تیسرا زاویہ عالمِ اسلامی کی مستقبل کی تاریخ میں پوشیدہ ہے۔ اس کا تذکرہ جیلانی کامران نے اپنے ایک مضمون "فکرِ اقبال کے تہذیبی رویے" میں بھی کیا ہے۔ اقبال کا مخاطب خاص طور پر مسلمان اور عموماً انسان ہیں۔ اقبال کی فکری تعلیمات کا نچوڑ یہی ہے کہ ایسے تہذیبی رویے جن سے انسانوں کو فوائد نہیں ملتے وہ تہذیب اپنی زندگی کھو دیتی ہے۔ اقبال کے افکار میں فکر و عمل کا پیکر انسان ہے اور اسی کا نام "خودی" ہے۔(۲۱)

> "قوموں کی زندگی میں خزاں کا موسم اُس وقت ظاہر ہوتا ہے جب وہ دریافتِ کائنات کے تہذیبی رویے سے محروم ہوجاتی ہے۔"(۲۲)

علامہ اقبال ابنِ مسکویہ (وفات ۱۰۳۰ء) اور عراقی (وفات ۱۲۸۷ء) سے متاثر تھے۔ علامہ ڈاکٹر محمد اقبال نے قرآنی تعلیمات کی روشنی میں افراد پر واضح کر دیا کہ قوموں کے اجتماعی افعال کی جانچ کی جاتی ہے اور انھیں زمین پر ہی اپنے اعمال کی سزا بھگتنا پڑتی ہے۔(۲۳)

مسلم عروج و زوال کی داستان مسجدِ قرطبہ میں دیکھی جاسکتی ہے۔ اس عظیم شاہکار میں عظمتِ فن کو پیش کیا گیا ہے۔ اس نظم میں فن اور تاریخی ربط نمایاں نظر ہے۔ عبدالرحمٰن بن محمد الناصر الدین اللہ (۳۰۰-۳۵۰ھ) علامہ اقبال کے فکری شعور میں مسلم سطوت و وقار کی تصویر نمایاں تھی۔ انھوں نے عظمتِ فن اور عظمتِ عشق کو اپنے اشعار میں یوں پیش کیا ہے:

کارِ جہاں بے ثبات، کارِ جہاں بے ثبات　　معجزہ ہائے ہُنر آنی و فانی تمام

نقشِ کہن ہو کہ نو، منزلِ آخر فنا اول و آخر فنا، باطن و ظاہر فنا
جس کو کیا ہو کسی مردِخدا انے تمام ہے مگر اس نقش میں ، رنگِ ثبات و دام
عشق ہےاصل حیات، موت ہےاس پر حرام[۲۴] مردِ خدا کا عمل، عشق سے صاحبِ فروغ

مسجدِ قرطبہ کی فنی مہارت اور مردِ خُدا کی عظمت کو عمدگی سے موازنہ کے ذریعے پیش کیا۔ ملاحظہ کیجیے:

تیرا جلال و جمال، مردِ خُدا کی دلیل
وہ بھی جلیل و جمیل، تو بھی جلیل و جمیل[۲۵]

سید محمد یوسف اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں کہ:

"شواہد و قرائن یہ بتاتے ہیں کہ فی الواقع الناصر کا خلوص شک و شبہ سے بالاتر ہے۔"[۲۶]

اس نظم میں مسلم عظمت و سطوت کو مصور کیا گیا ہے:

کعبۂ اربابِ فن، سطوتِ دینِ مبین
تجھ سے حرم مرتبت، اندلسیوں کی زمیں

یہ نظم مسلم نشاۃ ثانیہ کا محرک ہے۔ اندلس کی ترقی، علم و فن اور مسلم عروج کا بین ثبوت ہے۔ مزید بانگِ درا کی نظم "بلادِ اسلامیہ" میں قرطبہ کو یوں پیش کیا ہے:

ہے زمین ِ قُرطُبہ بھی دیدۂ مسلم کا نور
ظلمتِ مغرب میں جو روشن تھی مثلِ شمعِ طور
بُجھ کے بزمِ ملتِ بیضا پریشاں کر گئی
قبر اس تہذیب کی یہ سرزمینِ پاک ہے
جس سے تاکِ گلشنِ یورپ کی رگ نمناک ہے[۲۷]

وطنِ عزیز میں یقین کی کمی نہیں ہے۔ شریعت کی عملداری کی ضرورت ہے۔ عہدِ رسالت مآب ﷺ میں یقینِ کامل اور شریعت پر عمل جاری تھا جس کی وجہ سے معاشرہ امن و امان اور مساوات کا گہوارہ تھا۔ اب بھی محبتِ رسول اور شریعت پر عمل کے امتزاج سے ہی مسلم نشاۃ ثانیہ کا خیال عملی صورت اختیار کر سکتا ہے۔ علمی دریافتِ کائنات سے ہی عالمی منظر نامے پر امتِ مسلمہ کی کھوئی ہوئی عظمت کو دوبارہ لایا جا سکتا ہے۔

علامہ ڈاکٹر محمد اقبال کا چوتھا خطبہ اس حوالے سے نہایت اہم ہے۔ اس خطبے کا عنوان ہے: ''خودی، جبر و قدر، حیات بعد الموت''[۲۸] جس میں انسان کی انفرادیت اور یکتائی کا مؤثر اور سادگی سے تذکرہ کیا گیا ہے۔ انھوں نے مسلمانوں میں پائی جانے والی مایوسی کا خاتمہ اس طرح کیا کہ تقدیر رضائے خداوندی کا ایک ایسا ضابطہ ہے جس میں کسی کا بوجھ کسی

دوسرے پر نہیں لادا جاسکتا اور نہ ہی کسی کو اس کی کوشش سے سوا ملتا ہے۔[۲۹] انھوں نے قرآنِ کریم کی آیات سے دلائل پیش کیے۔ انھوں نے انسانی شعور کی وحدت پر کام نہ ہونے کی وجہ سے حیرت کا اظہار کیا۔ اپنے اسی خطبے میں لکھتے ہیں:

> ''اسلامی فلسفہ کی تاریخ میں شعور انسانی کی وحدت کا مسئلہ جسے گویا اس کی شخصیت کا مرکزی نقطہ تصور کرنا چاہیے، کبھی زیرِ بحث نہیں آیا۔ متکلمین کا خیال تھا کہ روح یا تو مادے کی ایک بڑی ہی لطیف شکل ہے یا محض عرض اور اس لیے جسم کے ساتھ فنا ہوجاتی ہے۔ لہٰذا قیامت کے دن اس کی پھر سے تخلیق ہوگی۔ حکمائے اسلام یونانی فلسفہ کے زیر اثر تھے۔''[۳۰]

اس حصے میں علامہ اقبال نے واضح کیا کہ جب سے اسلام کو وسعت ملی تو اس میں دیگر مذاہب اور عقائد کے اثرات بھی شامل ہوئے۔ یہودی، زرتشتی، نسطوری ثقافت کا غلبہ ہوتا چلا گیا۔ انھوں نے مزید واضح کیا کہ تصوف ہی ایک ایسی سعی و کاوش تھی جس کی بدولت عبادات و ریاضت وارداتِ باطن کی وحدت تک پہنچنے کا وسیلہ ہے۔ یہ نقطۂ نظر حلاج کے دعویٰ ''اناالحق'' کی صورت میں عروج پر پہنچ گیا۔ ان کے معاصرین نے اسے وحدۃ الوجود کے نام سے تعبیر کیا۔ حالاں کہ یہ تو ایسے ہے کہ قطرہ دریا میں واصل ہوا۔ یہ امر ایک مسلم حقیت ہے کہ خودی ایک سچائی ہے جو اگر پختگی اور گہرائی کی بدولت ہمیشگی اور ابدیت حاصل کر لیتی ہے۔[۳۱] ابنِ خلدون نے ایک ایسے علم کی ضرورت محسوس کی۔ جدید نفسیات میں ابھی کوئی قدم نہیں اٹھایا گیا۔ المختصر صوفیانہ مراتبِ شعور کی پرکھ کا کوئی ایسا علم نہیں جس کی بنیاد کسی تحقیقی علم پر ہو۔ انھوں نے امتِ مسلمہ کی نشاۃِ ثانیہ خصوصاً علمی حوالے سے از سرِ نو غور و فکر کی دعوت دی۔ انھوں نے شاہ ولی اللہ اور سید جمال الدین افغانی کی بصیرت کی داد دی۔[۳۲] علامہ اقبال کی ذات مسلمانوں کی نشاۃ ثانیہ میں اسلامی تعلیمات کو عہدِ حاضر کے علوم کے تناظر میں پیش کرنے پر زور دیتے رہے کہ خواہ ہمیں اپنے اسلاف سے اختلاف ہی کیوں نہ ہو۔[۳۳] علامہ اقبال نے خودی کے بارے میں مختلف دانشوروں کے حوالوں کے بعد واضح کیا کہ ہر خودی کی ایک یکتا حیثیت ہے۔[۳۴] مزید انھوں نے بتایا کہ خودی ایک گزرے ہوئے ارتعاش در ارتعاش سے کام لینے کا عمل ہے۔[۳۵] مسلمانوں کو عظمتِ رفتہ کے حصول کے لیے خودی سے ہی نظم وضبط اور تشکیل کی راہ نکلتی ہے۔[۳۶]

اسلام کو یہ منفرد اعزاز حاصل ہے کہ نفسیاتِ انسانی کی حقیقت کو تسلیم کیا گیا ہے۔ آزادی و اختیار کی بدولت ہر فرد کا عمل یکساں نہیں ہے۔ یوں شخصی خودی زیست کا ایک لازمی امر ہے۔[۳۷] علامہ اقبال نے حیات بعدالموت کے حوالے سے واضح کر دیا کہ یہ ممکن ہی نہیں کہ انسان موت کے بعد اس دنیا میں واپس آسکے۔[۳۸] علامہ اقبال نے فنا کی بجائے یہ بات واضح کر دی ہے کہ انسان کا انجام چاہے کچھ بھی ہو اس کی انفرادیت باقی رہے گی۔[۳۹] مسلمانوں کی نشاۃ ثانیہ کا تمام تر انحصار جہدِ مسلسل پر ہے۔ انسان خود فانی ہے اس لیے بقا اس کا حق نہیں البتہ بقا کا دارومدار مسلسل کوشش پر ہے۔[۴۰] علامہ اقبال

نے اس خطبے کا اختتام پر خودی کے فلسفے کو مسلم نشاۃ ثانیہ کے لیے اس طرح اہم قرار دیا ہے کہ حیاتِ خودی اختیار کی زندگی ہے۔ جس کا ہر فعل نیا موقع فراہم کرتا ہے یوں یہ ایک ایسا مرحلہ ہے جو تخلیق، ایجاد اور طبیعت میں نئی راہیں مہیا کرتا ہے۔

علامہ اقبال کی تعلیمات کا مرکز و محور امتِ مسلمہ کا مستقبل تھا۔ انھوں نے اپنے خطبات، خطوط اور شاعری میں ماضی کی شاندار روایات کے تسلسل کے ساتھ مگر نئی دریافت کے طور پر پیش کیا۔ انھوں نے قوم کو قوتِ عمل پر اکسایا اور ہر اس روش سے ہٹنے کی تلقین جس سے سستی اور کاہلی جنم لیتی ہے۔ مسلم نشاۃِ ثانیہ میں مسلم خودی کو ظاہر کیا۔ ہر اس عمل سے گریز کا بھی مشورہ دیا جس سے مسلمانوں کے بنیادی عقائد پر حرف آتا ہے۔ ان کی نظر عالمی اور مسلم دنیا پر جمی رہی۔ علوم وفنون میں مہارت کے بغیر مسلم عظمت و سطوت کی بازیابی ایک خام خیالی کے مترادف ہے۔ انھوں نے مایوسی اور فنا کی بجائے بقا اور اتحاد کا درس دیا۔ مذہبی قدامت پرستی کو بالائے طاق رکھتے ہوئے انھوں نے ہر سطح پر اجتہاد کو فروغ دینے پر زور دیا۔ اجتہاد ہی ایک ایسا ذریعہ ہے جو اسلام کو ہر دور میں ایک باعمل مذہب کے طور پر متعارف کراتا ہے۔ قومِ مسلم کو بیدار اور جدید علوم کی طرف راغب کرنے سے ہی ان کا وقار اور کھوئی ہوئی عظمت دوبارہ بحال کی جاسکتی ہے۔ اقبال نے سیاست، معاشرت، نفسیات ہر سطح پر مثبت پہلوؤں کو اجاگر کیا اور اسلامی قوانین کی دائمی حکمرانی کا خواب دیکھا۔ انھوں نے ہر فرد اور سطح پر اسلامی تشخص کو قابل عمل ضابطے کے طور پر پیش کیا۔

حواشی

(۱) گفتارِ اقبال۔ علامہ ڈاکٹر محمد اقبال کے خیالات خاص طور پر نثر میں محمد رفیق افضل نے ترتیب دیے جسے ادارۂ تحقیقاتِ پاکستان، جامعہ پنجاب، لاہور نے ۱۹۶۹ء میں طبع کیا۔

(۲) ڈاکٹر عبادت بریلوی، اقبال کی اردو نثر، (لاہور: مجلسِ ترقیٔ ادب، ۱۹۷۷ء)، طبع اول، ص ۱۵۶

(۳) ایضاً، ص ۱۵۸

(۴) ایضاً، ص ۱۷۶

(۵) محمد شریف بقاؔ، خطباتِ اقبال پر ایک نظر، (لاہور: اسلامک پبلی کیشنز لمیٹڈ، ۱۹۷۴ء)، ص ۱۰

(۶) سید عبدالواحد معینی، محمد عبداللہ قریشی (مرتبین)، مقالاتِ اقبال (ملتِ بیضا پر ایک عمرانی نظر)، (لاہور: القمر انٹرپرائز، ۲۰۱۱ء)، ص ۱۵۹

(۷) ایضاً، (اقبال کے دو خط ایڈیٹر وطن کے نام)، ص ۱۰۰

(۸) وحید قریشی (مرتب)، منتخب مقالات: اقبال ریویو، (لاہور: اقبال اکادمی پاکستان، ۱۹۸۳ء)، ص ۱۶۲

(۹) ڈاکٹر محمد اقبال، بالِ جبریل، کلیاتِ اقبال، (لاہور: اقبال اکادمی، ۲۰۱۸ء)، ص ۳۷۳

(۱۰) وحید قریشی (مرتب)، منتخب مقالات: اقبال ریویو، ص ۱۶۲

(۱۱) ایضاً، ص ۱۶۲

(۱۲) تفصیل کے لیے: خطباتِ اقبال نئے تناظر میں از محمد سہیل عمر مطبوعہ اقبال اکادمی، لاہور ۲۰۰۲ء ملاحظہ کیجیے۔
(۱۳) وحید قریشی (مرتب)، منتخب مقالات: اقبال ریویو، ص ۱۶۲
(۱۴) ڈاکٹر محمد اقبال، بانگِ درا، کلیاتِ اقبال، ص ۲۳۰
(۱۵) ایضاً، ص ۲۰۷
(۱۶) ایضاً، ص ۲۰۷
(۱۷) مکتوبِ اقبال بنام اکبرالہٰ آبادی، مرقومہ ۱۴/ستمبر ۱۹۱۸ء، مشمولہ کلیاتِ مکاتیبِ اقبال، مرتبہ سید مظفر حسین برنی، (لاہور: ترتیب پبلشرز، س ن)، ص ۵۲۵
(۱۸) ڈاکٹر محمد اقبال، بانگِ درا، کلیاتِ اقبال، ص ۱۶۷
(۱۹) مکتوبِ اقبال بنام خان محمد نیاز الدین، مرقومہ ۲۰/جنوری ۱۹۲۵ء، مشمولہ کلیاتِ مکاتیبِ اقبال، مرتبہ سید مظفر حسین برنی، (لاہور: ترتیب پبلشرز، س ن)، ص ۴۲۷
(۲۰) مکتوب بنام میر سید غلام بھیک نیرنگ، مرقومہ ۵/دسمبر ۱۹۲۸ء، مشمولہ ایضاً، ص ۵۲۵
(۲۱) وحید قریشی (مرتب)، منتخب مقالات: اقبال ریویو، ص ۱۶۳
(۲۲) ایضاً، ص ۱۶۷
(۲۳) اقبال ریویو، شمارہ، جنوری ۱۹۸۳ء
(۲۴) ڈاکٹر محمد اقبال، بانگِ درا، کلیاتِ اقبال، ص ۴۲۰
(۲۵) ایضاً، ص ۴۲۲
(۲۶) وحید قریشی (مرتب)، منتخب مقالات: اقبال ریویو، ص ۳۱۴
(۲۷) ڈاکٹر محمد اقبال، بانگِ درا، کلیاتِ اقبال، ص ۱۷۲
(۲۸) محمد شریف بقا نے خطباتِ اقبال پر ایک نظر میں اسے ''انسانی خودی اُس کی آزادی اور بقا'' لکھا ہے۔ یہ سات خطبات مدراس مسلم ایسوسی ایشن کی دعوت پر مدراس، علی گڑھ اور حیدرآباد میں دیے گئے۔ ۱۹۳۰ء کی اشاعت میں چھے خطبات تھے۔ ایک خطبے کا بعد میں اضافہ کیا گیا۔ دوسری اشاعت ۱۹۳۴ء میں ہوئی۔ محمد شریف بقا نے ۸/ مارچ ۱۹۷۴ء کو اسے مکمل کیا اور خطباتِ اقبال پر ایک نظر کے عنوان سے شائع کیا۔ خطبات میں اہم شخصیات اور اصطلاحات کی وضاحت کے لیے متعلقاتِ خطباتِ اقبال مرتبہ؛ ڈاکٹر سید عبداللہ کا مطالعہ کیجیے۔
(۲۹) علامہ اقبال، تشکیلِ جدید الٰہیاتِ اسلامیہ، مترجم سید نذیر نیازی، (لاہور: بزمِ اقبال ۱۹۸۶ء)، طبع سوم، ص ۱۴۲
(۳۰) ایضاً، ص ۱۴۳
(۳۱) ایضاً، ص ۱۴۴
(۳۲) ایضاً، ص ۱۴۵
(۳۳) ایضاً، ص ۱۴۶
(۳۴) ایضاً، ص ۱۴۹
(۳۵) ایضاً، ص ۱۵۳
(۳۶) ایضاً، ص ۱۵۵

(۳۷) ایضاً، ص ۱۶۴

(۳۸) ایضاً، ص ۱۷۶

(۳۹) ایضاً، ص ۱۷۷

(۴۰) ایضاً، ص ۱۸۰

مآخذ:

(۱) افضل، محمد رفیق (مرتب)، گفتارِ اقبال، لاہور: ادارۂ تحقیقاتِ پاکستان، جامعہ پنجاب، ۱۹۶۹ء

(۲) اقبال، علامہ محمد، بالِ جبریل، کلیاتِ اقبال، لاہور: اقبال اکادمی، ۲۰۱۸ء

(۳) ــــــــ، بانگِ درا، کلیاتِ اقبال، لاہور: اقبال اکادمی، ۲۰۱۸ء

(۴) ــــــــ، تشکیلِ جدید الٰہیاتِ اسلامیہ، مترجم سید نذیر نیازی، لاہور: بزمِ اقبال ۱۹۸۶ء، طبع سوم

(۵) برنی، سیّد مظفر حسین (مرتب)، کلیاتِ مکاتیبِ اقبال، لاہور: ترتیب پبلشرز، س ن

(۶) بریلوی، عبادت، ڈاکٹر، اقبال کی اردو نثر، لاہور: مجلسِ ترقیٔ ادب، ۱۹۷۷ء، طبع اول

(۷) بقاؔ، محمد شریف، خطباتِ اقبال پر ایک نظر، لاہور: اسلامک پبلی کیشنز لمٹیڈ، ۱۹۷۴ء

(۸) عمر، محمد سہیل، خطباتِ اقبال نئے تناظر میں، لاہور: مطبوعہ اقبال اکادمی، ۲۰۰۲ء

(۹) قریشی، وحید، (مرتب)، منتخب مقالات: اقبال ریویو، لاہور: اقبال اکادمی پاکستان، ۱۹۸۳ء

(۱۰) معینی، سیّد عبدالواحد (مرتب)، مقالاتِ اقبال (ملتِ بیضا پر ایک عمرانی نظر)، لاہور: القمر انٹر پرائزز، ۲۰۱۱ء

مکتوبات

(۱۱) بنام میر سید غلام بھیک نیرنگ، مرقومہ ۵/ دسمبر ۱۹۲۸ء

رسائل:

(۱) اقبال ریویو، شمارہ، جنوری ۸۳ء